شہزادی کا انتخاب
محمد نیاز

شہزادی کا انتخاب

محمد ایاز

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی

شہزادی کا انتخاب

ایک تھی شہزادی۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ اُس کا رنگ بھُورا تھا۔ اُس کے بال بھُورے تھے۔ اُس کی پلکیں بھُوری تھیں، مگر آنکھیں بڑی بڑی اور نیلی تھیں۔ اُس کے ہونٹ سُرخ تھے اور دانت چنبیلی کے پھولوں جیسے۔۔۔۔

امّی نے اتنا ہی کہا تھا کہ نیلو بول اُٹھی: ”کیا وہ انگریز تھی؟“

امّی نے جواب دیا۔ ”تُم نے اچھّا سوچا۔ مگر وہ انگریز نہیں تھی۔ البتّہ یونانی نسل کی تھی۔ اُس کا باپ بھی یونانی نسل کا تھا۔ مگر اسپین کے ایک جزیرے پر حکومت کرتا تھا۔ اُس جزیرے کا نام ’قارس‘ تھا۔ یہ جزیرہ جنوبی اسپین میں واقع تھا۔

اُس زمانے میں اسپین کسی مملکت کا نام نہیں تھا۔ وہ بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے مجموعے کا نام تھا۔ مگر ایک ذرا اس سے بھی پہلے کی بات سُنو!

یہ قصّہ اور بھی پرانے زمانے کا ہے۔ سکندرِ اعظم سے بھی پہلے کا! اُن دِنوں یونان مغرب کا حصّہ نہیں تھا۔ وہ مشرق کا حصّہ سمجھا جاتا تھا۔ یونان کے لوگ بڑے دانش مند تھے۔ سائنسی سوچ رکھتے تھے اور زندگی بڑے آرام سے گزارتے تھے۔ کئی پڑوسی ملکوں پر اُن کا اثر تھا۔ کئی پر غلبہ تھا اور

کئی پر قبضہ تھا۔ اِس طرح، یوں سمجھو، کہ وہ مشرق کی زمین کے اچھّے خاصے بڑے حصّے پر حکومت کرتے تھے۔

سالہا سال گُزر گئے۔ صدیاں بیت گئیں۔ یہاں تک کہ دُنیا میں ایران کی طاقت نمودار ہوئی۔ یہ طاقت بڑی زبردست تھی۔ اِس طاقت نے یونان کے باشندوں سے جنگ کی۔ یونانیوں نے بھی ایرانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، مگر وہ ایرانیوں کو شکست نہ دے سکے۔ آخر کار اپنے وطن کی سرزمین اُن پر تنگ ہو گئی، مگر وہ مایوس نہیں ہوئے۔ اُن کے حوصلے زندہ تھے۔ اُن کے کئی شریف خاندان اَندلُس میں جا بسے۔"

"اَندلُس؟" نیلوفر بولی اور ماں نے جواب دیا۔ "ہاں! اَندلُس یعنی اسپین۔ اُس زمانے میں گُم نام تھا۔ یہ کوئی قابلِ ذکر مقام نہیں تھا۔ بس ایک جزیرہ نما تھا۔ اُس میں کوئی آبادی نہیں تھی۔ اُس جزیرے نما میں جب یونانی پہنچے

تو اُنھوں نے اُسے خوب آباد کیا۔ وہ مہذّب لوگ تھے۔ ترقّی یافتہ لوگ تھے۔ ہُنر مند لوگ تھے۔۔ سائنس دان لوگ تھے۔ اُنھوں نے وہاں نہریں نکالیں۔ کنوئیں کھودے، جانور پالے۔ جانوروں کے لیے باڑے بنائے۔ باغات اُگائے۔ پھلواریاں تیّار کیں۔ شہر آباد کیے۔ عمارتیں بنائیں، کھیتی باڑی کا سلسلہ قائم کیا اور پورے جزیرے نما کو تہذیب و تمدّن سے بھر دیا۔ اُس میں اچھّا خاصا وقت لگا، مگر جزیرہ اَندلُس روئے زمین پر جنّت بن گیا۔

دُنیا لالچی انسانوں سے بھری پڑی ہے۔ یہاں حاسد بہت ہیں۔ پڑوسی کی ترقّی پڑوسی نہیں دیکھ پاتا۔ آدمی ہر اچھّی چیز پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اَندلُس کے باشندوں نے بڑی ترقّی کی تھی۔ اِس لیے اُن کو بڑی فکر بھی تھی۔ فکر یہ تھی کہ کوئی دُشمن نہ اُٹھ کھڑا ہو۔ کوئی پڑوسی مُلک نہ لالچ کر بیٹھے۔ کوئی قوم

اَندلُس پر قبضہ کرنے کی نہ ٹھان لے۔ اُنھوں نے محسوس کرلیا تھاکہ کُچھ لوگ ہیں جواَندلُس کی ترقّی پر حسد کرتے ہیں۔ یہ لوگ قریب ہی میں آباد ہیں۔ یہ محنت مشقّت کرنے والے لوگ ہیں، مگر تنگی ترشی کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ یہ بَربَر ہیں۔

میں تمھیں بتا چُکی ہوں کہ اَندلُس کوئی واحد مُلک نہ تھا۔ وہاں کئی ریاستیں تھیں۔ اُن سب ریاستوں کو ملا کر اَندلُس کہتے تھے۔ ہر ریاست کا الگ بادشاہ تھا۔ وہی اپنے مُلک کا انتظام چلاتا تھا۔ اُن ہی میں قارس کا بادشاہ بھی تھا۔ قارس کا بادشاہ بڑا مہذّب تھا۔ اُس کی بیٹی بڑی خوبصورت تھی۔ ساتھ ہی بے حد ذہین تھی۔ اُس لڑکی پر اَندلُس کے سارے بادشاہ فِدا تھے۔ ہر بادشاہ اُسے اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا۔

"ہائیں؟ کیا سب بادشاہ کنوارے تھے؟"

”نہیں! مگر ایک بادشاہ کئی کئی بیویاں رکھ سکتا تھا!“

”مگر کیا سب کی عُمریں برابر تھیں؟“

”نہیں عُمروں کے فرق کی پروا نہیں کی جاتی تھی۔“

”کیوں؟ کیا بُوڑھا بادشاہ اور جوان شہزادی؟“

”اس میں کوئی ہرج نہیں تھا۔“

”کیوں؟ اگر بادشاہ شادی کے فوراً بعد ہی مر جاتا؟“

”ٹھیک ہے! شہزادی بیوہ ہو جاتی!“

”پھر اُس کا کیا بنتا۔“ ”دوسری شادی کرنا کوئی بُری بات نہیں تھی اور یُوں آج بھی کوئی نہیں جانتا کہ پہلے کون مرے گا؟ کتنے ہی جوان پہلے مر جاتے

ہیں۔ بُوڑھے بعد تک رہ جاتے ہیں۔ خیر شہزادی جوان ہوئی۔ اُس کے حُسن کا چرچا عام ہوا۔ اُس کا نام دُور دُور تک پہنچا۔ اس کی ذہانت مشہور ہوئی۔ آخر کار بادشاہوں کے وفود پہنچے۔"

"وفود کیا؟"

"مطلب یہ کہ ہر بادشاہ کی طرف سے آدمی پہنچے۔ یہ اپنے اپنے بادشاہ کا پیغام لے کر آئے۔ یہ پیغام شہزادی سے شادی کا تھا۔"

"تو کیا سب لوگ ایک ہی روز پہنچے؟"

"ہاں! یہی رواج تھا۔ پہلے بادشاہوں میں بات ہوئی۔ اُن کے حُکم پر اُن کے نمائندے اکٹھے ہوئے۔ سب مل کر قارس کے بادشاہ کے پاس پہنچے۔ قارس کے بادشاہ کا محل اُن مہمانوں سے بھر گیا۔"

"پھر تو بادشاہ بہت خوش ہوا ہوگا؟"

"نہیں! وہ بہت حیران ہوا۔ بڑا ناخوش ہوا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا، کیا کرے؟ اُس نے مہمانوں کو عزّت دی۔ اُن کو دربار میں بٹھایا، مگر فوراً اپنی بیٹی کے پاس گیا۔ اُس وقت وہ سخت پریشان تھا۔ اُس کی بیٹی اُس کی پریشانی کو بھانپ گئی۔ لڑکی نے پوچھا۔

"ابّا جان! آپ کیوں پریشان ہیں؟"

"باپ نے کہا، "بیٹی! بادشاہوں کے نمائندے آئے ہیں۔"

"وہ کِس لیے؟"

"تمہارے لیے شادی کے پیغام لائے ہیں!"

""مگر آپ کی پریشانی کی وجہ؟"

"میں کس کا پیغام قبول کروں، کس کا نہیں؟ ایک کو خوش کرتا ہوں تو دوسرا ناخوش ہو گا۔ جو ناخوش ہو گا، دُشمن بنے گا، جو دُشمن بنے گا، انتقام۔۔۔۔"

شہزادی نے باپ کی بات کاٹتے ہوئے کہا: "آپ یہ معاملہ میرے سپرد کر دیجیے۔"

بادشاہ نے شہزادی کو غور سے دیکھا اور کہا: "تم کیا کرو گی؟ شہزادی بولی: "میں شادی کے لیے ایک بھاری شرط رکھوں گی۔"

"کیا شرط ہو گی؟"

"یہ کہ جو بادشاہ سائنس دان اور فن کا ماہر ہو گا، میں شادی اُسی سے کروں گی۔"

بادشاہ بڑبڑایا، "سائنس دان۔ فن کا ماہر!"

شہزادی مُسکرائی اور بولی، "جی ہاں ابّا جان! میری شرط یہی ہے۔ سارے بادشاہ سائنس دان نہیں ہوسکتے۔ یہ بھیڑ خود ہی چھَٹ جائے گی۔ اِس طرح وہ ناراض بھی نہیں ہوں گے اور دُشمنی بھی نہیں کریں گے۔"

نیلو نے پوچھا: "کیا اُس زمانے میں شادی کے لیے شرط ہوتی تھی؟"

ماں نے جواب دیا: "ان دِنوں لڑکیوں کو شرط رکھنے کا اختیّار ہوتا تھا۔ شادیاں بلا شرط بھی ہوتی تھیں، لڑکیاں شرط بھی پیش کر سکتی تھیں۔ اگر کوئی لڑکی شرط رکھتی تو اُسے تسلیم کرنا پڑتا تھا۔

شہزادی کا جواب سُن کر قارس کا بادشاہ خوش ہوا۔ اُس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ بولا:

”ٹھیک ٹھیک ! تُم نے جو سوچا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے ۔“

بادشاہ اپنے دربار میں لوٹا، اُس کا مُوڈ بڑا اچھّا تھا ۔ اُس نے بادشاہوں کے نمائندوں سے کہا : ”حضرات ! ہم نے آپ کا پیغام شہزادی کو پہنچا دیا۔ شہزادی شادی کے لیے تیّار ہیں ۔ مگر اُنھوں نے ایک شرط رکھی ہے ۔“

یہ سُن کر سارے نمائندوں کے کان کھڑے ہو گئے اور بادشاہ نے شہزادی کی شرط بیان کی ۔

”شرط یہ ہے کہ اُن کا ہونے والا شوہر سائنس دان ہو۔ فن کا ماہر ہو۔“

شہزادی کی طرف سے یہ شرط سُن کر سب نمائندے خاموش رہ گئے ۔ بہت سے نمائندوں کے چہروں پر تو شرط سُنتے ہی مایوسی چھا گئی ۔ خیر سب لوگ یہ شرط سُن کر واپس ہوئے ۔ وہ اپنے بادشاہوں کے پاس گئے ،

اُنھوں نے جا کر شہزادی کی شرط سُنا دی۔ سارے بادشاہ بھی خاموش رہ گئے۔ اُنھوں نے شہزادی کی شرط سُن کر اُس سے شادی کا خیال چھوڑ دیا۔ مگر دو بادشاہ ایسے تھے جو بہت خوش ہوئے۔ اُنھوں نے شہزادی کی شرط قبول کر لی۔ دونوں نے قارس کے بادشاہ کو خط لکھے۔ دونوں نے دعویٰ کیا کہ وہ سائنس دان ہیں۔ فن کے ماہر ہیں۔ دونوں کے خط پڑھ کر قارن کا بادشاہ ایک بار پھر حیران رہ گیا۔ وہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اُس کے چہرے پر پریشانی کا رنگ چھا گیا۔ وہ ایک بار پھر شہزادی کے پاس پہنچا۔

شہزادی باپ کی پریشانی کو سمجھ گئی۔ اُس نے پوچھا:

"ابّا جان! اب آپ کیوں پریشان ہیں؟"

"بیٹی مُشکل پھر وہی ہے۔ دو بادشاہوں نے خطوط بھیجے ہیں۔ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہے۔ دونوں سائنس داں ہیں۔ دونوں فن کے ماہر ہیں۔"

"پھر؟ اِس میں پریشانی کیسی؟"

"پریشانی وہی ہے۔ اگر ایک کو خوش کرتا ہوں تو دوسرا ناخوش ہوتا ہے۔
اب کیا کروں؟"

"بات آسان ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"میں دونوں کے سامنے دو فرمائشیں رکھوں گی۔ جس نے میری فرمائش
پہلے پوری کر دی، اُس سے شادی کر لوں گی۔"

"کیا فرمائشیں ہوں گی؟"

"ابّا جان! کیا ہمیں آٹا پیسنے کے لیے محنت نہیں کرنا پڑتی؟؟"

"ہاں!"

"کیا اَندلُس کو بَربَروں کے حملے کا ڈر نہیں؟"

"بے شک ہے۔ مگر اِن باتوں کا شادی سے کیا تعلّق؟"

"میری ایک فرمائش یہ ہوگی کہ سمندر سے ایک نہر نکالی جائے۔ یہ نہر قارس تک لائی جائے۔ یہاں نہر کے کنارے ایک پن چکّی تیّار کی جائے۔ دوسری فرمائش میں یہ کروں گی یہاں اَندلُس میں ایک طِلسم تیّار کیا جائے۔ طِلسم ایسا ہو جس کو دیکھے بغیر کوئی نہ رہے، مگر اُس کا اثر یہ ہو کہ بَربَر اَندلُس پر حملہ کرنے سے باز رہیں۔"

شہزادی کی فرمائشیں سُن کر بادشاہ بہت خوش ہوا۔ خوشی کی لہر اُس کے چہرے پر پھیل گئی۔ وہ دیر تک مُسکراتا رہا۔ اُس نے شہزادی کے

کندھوں کو تھپکی دی اور کہا : "میری بیٹی! تُم واقعی بہت ذہین ہو۔"

بادشاہ نے دو خط لکھے۔ دونوں بادشاہوں کے پاس بھجوا دیے۔

دونوں خطوط میں شہزادی کی فرمائشیں درج تھیں۔ دونوں بادشاہ ایک ہی فرمائش کو پسند کر سکتے تھے، مگر اتّفاق کی بات ہے۔ ایک نے چکّی کی فرمائش پسند کر لی دوسرے نے طِلسم کی فرمائش۔ پھر دونوں نے منظوری کے جواب بھجوا دیے۔ ساتھ ہی دونوں بادشاہوں نے لکھ دیا کہ "ہم کام شروع کرتے ہیں۔"

بادشاہوں نے اِدھر خطوں کے جواب بھجوائے، اُدھر کام شروع کر دیے۔ کیونکہ اُنھیں خوبصورت اور ذہین شہزادی حاصل کرنے کی جلدی تھی۔ چکّی والے بادشاہ نے پتھرّ کاٹنے کا حُکم دیا اور اُن پتھرّوں سے دریا کے ایک حصّے کو کاٹنا شروع کیا۔ پتھرّ کٹتے جاتے تھے اور دریا کا حصّہ بھرتا

جاتا تھا۔ اِس کام میں کافی دِن لگ گئے۔ آخر کار پتھرّوں سے دریا کی بھرائی کا کام ایک حد تک مکمل ہو گیا۔ اِس بھرائی کی وجہ سے دریا کی سطح بُلند ہو گئی۔ سطح اتنی بُلند ہوئی کہ دریا کا پانی جبل الطارق پر چڑھ گیا۔"

"جبل الطارق؟"

"ہاں اسپین کے جنوبی کنارے پر وہ پہاڑی جہاں مسلمانوں کے عظیم جنرل طارق بن زیاد نے پہلا پڑاؤ ڈالا تھا۔ یہ مقام اب جبر الٹر کہلاتا ہے۔ جبر الٹر انگریزی نام ہے۔ یہ جبل الطارق کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جبل الطارق عربی لفظ ہے۔ انگریزوں کو جبل الطارق کہنا نہ آیا تو وہ اُسے جبر الٹر کہنے لگے۔"

اِس پر نیلو کو ہنسی آ گئی۔ وہ بولی۔ "واہ! انگریز جبل الطارق نہ کہہ سکے؟"

"ہاں انگریزوں نے عربی کے کتنے ہی ناموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ وہ فردوس کو پیراڈائز کہتے ہیں۔ الجبر کو الجبرا کہتے ہیں۔ عربی کے الفاظ الف باء کو الفا بٹ کہتے ہیں۔۔۔"

"مگر امّی اتنی بھرائی کہ دریا کا ایک حصّہ بھر گیا اور پانی پہاڑ پر جا پہنچا۔ افّوہ!"

"وہ صرف سائنس دان ہی نہیں تھا۔ بادشاہ بھی تھا۔ اُس کے پاس مزدور بھی بہت تھے۔ مزدوری ادا کرنے کو رقم بھی بہت تھی۔ پانی ایک طرف سے جبل الطارق پر چڑھ کر دوسری طرف نیچے گِرا۔ جہاں پانی گِرا وہاں سے نہر کی کھدائی شروع ہوئی۔ ایک طرف نہر کی کھدائی شروع کر دی گئی دوسری طرف دریا کی بھرائی کا کام جاری رہا۔ اِس طرح پانی بہہ کر نہر میں جاری ہوتا گیا۔ آخر کار بادشاہ نے قارس میں اُس شہر کے کنارے ایک پن چکّی کی تعمیر شروع کر دی۔

ادھر طِلسم والا بادشاہ اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔ اُس کی نظر سب سے ستاروں کی چال پر تھی کیونکہ وہ علمِ نجوم بھی جانتا تھا اور سعد و نحس علم بھی رکھتا تھا۔"

"سعد و نحس کیا؟"

"ستاروں کی چال دیکھ کر اچھّے بُرے وقت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ طِلسم والے بادشاہ کے وہم کے مطابق کوئی اچھّا وقت آگیا تو اس نے اصل کام شروع کر دیا۔

اس نے دریا کے کنارے پر سفید پتھرّ جمع کرائے، ایک چوکور (مربع) عمارت اٹھانا تھی۔ مگر جہاں عمارت اٹھانا تھی وہاں اوپر نیچے بہت گہرائی تک ریت ہی ریت تھی۔ پہلے ریت کا یہ ڈھیر ہٹایا گیا۔ پھر عمارت کے لیے بنیاد کی کھدائی شروع ہوئی۔ یہ کھدائی بھی بہت گہری تھی تاکہ عمارت

مضبوط ہو۔ بنیاد کی کھدائی کا کام مکمل ہوا تو خالص لوہے اور سُرخ تانبے کا

ڈھیر لگایا گیا۔ اِن دونوں دھاتوں کو پگھلانے کے لیے بھٹّی سُلگائی گئی۔

دونوں دھاتوں کو پگھلا کر ایک دوسرے میں ملایا گیا۔ پھر اِس دھات سے

ایک بڑا سا مجسّمہ تیّار کرنے کا کام شروع کیا گیا۔ مجسّمے کے گھنی اور لمبی

داڑھی بنائی گئی۔ اُس کے سر پر گھنے بالوں کی لٹیں بنائی گئیں۔ یہ مجسّمہ

ایک موٹا کمبل اوڑھے ہوئے تھا۔ یہ ساری چیزیں دھات ہی سے بنائی

گئیں تھیں۔ کمبل بھی دھات سے بنایا گیا تھا۔ اِس کمبل کے دونوں

کنارے مجسّمے کے بائیں ہاتھ میں تھے۔ مجسّمہ نہایت نفیس تھا۔ اس کے

پیروں میں جوتیاں تھیں۔ یہ جوتیاں بھی اُسی دھات کی تھیں۔ یہ مجسّمہ چوکور

عمارت کے سِرے پر کھڑا کیا گیا تھا۔ وہ عمارت کی چوٹی پر کھڑا تھا۔ اس

کے قدموں کے نیچے اتنی ہی جگہ تھی جتنے اُس کے قدم تھے۔ یہ مجسّمہ فضا

میں گھور رہا تھا۔ مجسّمہ کوئی ستّر گز لمبا تھا۔ وہ اپنے داہنے ہاتھ میں ایک بڑا سا نیزہ پکڑے ہوئے تھا۔ وہ اُس نیزے سے دریا کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ مجسّمے کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔

"یہ دریا پار کرنے کی کوشش نہ کرنا!"

مجسّمہ اس طرح بنایا گیا تھا کہ بَربَروں کی کشتی جب بھی اَندلُس کا رُخ کرے، اُس کے ہاتھ سے نیزہ گِر جائے۔ اور اَندلُس کے لوگ بَربَروں سے مُقابلے کے لیے تیّار ہو جائیں۔

دونوں بادشاہ دِن رات کام میں لگے رہے۔ وہ شہزادی کے لیے ایک دوسرے سے مُقابلہ کر رہے تھے۔ ہر ایک کی تمنّا تھی کہ شہزادی کو وہ حاصل کرے۔ ہر ایک کو اُمّید تھی کہ شہزادی اس کو ملے گی۔

چکّی والا بادشاہ اپنے کام سے فارغ ہوگیا۔ وہ کام کو ہر طرح مکمّل کر کے شہزادی کے باپ کے پاس پہنچا۔ اُس نے بڑی خوشی کے ساتھ اُسے خبر دی کہ اس نے شہزادی کی فرمائش پوری کر دی ہے۔

بادشاہ اپنی بیٹی کے پاس گیا۔ اُس نے خبر دی :

"بیٹی! پہلے والا بادشاہ اپنے کام سے فارغ ہوچکا ہے۔ اُس نے چکّی تیّار کر دی۔"

بیٹی نے کہا :

"ابّا جان! یہ خبر طِلسم والے بادشاہ کے کان میں نہ پڑے!"

بادشاہ نے ڈرتے ہوئے پوچھا : "کیوں؟"

"تاکہ وہ اپنا کام چھوڑ نہ دے۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"وہ طِلسم کا کام ادھورا رہ جائے گا۔"

"رہ جائے!"

"نہیں! ہم چکّی بھی حاصل کریں گے اور طِلسم بھی!"

بادشاہ کو تعجّب ہوا۔ اُس نے پوچھا: "پھر ہم یہ اعلان کیسے کریں گے کہ چکّی والا کام سے پہلے فارغ ہوا لہٰذا شہزادی پر اُس کا حق ہے؟"

"بات بالکل آسان ہے۔ جس روز طِلسم کا کام مکمل ہونا ہے اُسی روز کی صُبح چکّی کا اعلان کر دیا جائے۔"

بادشاہ نے کہا: "تُم اِن دونوں سائنس دانوں سے زیادہ سائنس دان ہو۔"

طِلسم والا بادشاہ اپنے کام میں لگا رہا۔ لگا رہا۔ یہاں تک کہ طِلسم قریب قریب مکمّل ہوگیا۔ تب بادشاہ نے چکّی والے کے پاس آدمی بھیجے۔ اُن آدمیوں نے اسے خبر دی کہ وہ اپنا کام مکمل ہونے کا اعلان کردے۔ چکّی والے نے تیزی کے ساتھ پانی جاری کردیا اور چکّی گھومنے لگی۔ اَندلُس کی ساری خلقت نہر کے کنارے جمع ہوگئی۔ لوگ اُسے حیرت اور خوشی کے ساتھ دیکھنے لگے۔ ذرا سی دیر میں یہ خبر پورے علاقے میں پھیل گئی۔ ہر طرف اُس کا شہرہ ہوگیا۔ ہر جگہ اُس کا چرچا ہونے لگا۔ ہر زبان پر یہی بات تھی کہ اب چکّی والے بادشاہ سے شہزادی کی شادی طے ہے۔

اس وقت طِلسم والا بادشاہ اپنے طِلسم میں لگا ہوا تھا۔ وہ اس وقت مجسّمے کے سر کی چوٹی پر تھا۔ وہ طِلسم کے چہرے کو چمکا رہا تھا۔ اِس حالت میں اُس نے بھی سُنا کہ چکّی والا بادشاہ بازی لے گیا ہے۔ یہ خبر سُن کر اُس کی

جان نکل گئی۔ وہ طِلسم کی چوٹی پر ہی مر گیا اور مرتے ہی گر گیا۔

اِدھر شہزادی کی شادی کی تیّاریاں ہونے لگیں۔ اُدھر بادشاہ کی شادی کی تیّاریاں ہونے لگیں۔ اور آخر کار چکّی والے بادشاہ کو خوبصورت شہزادی مل گئی اور خوبصورت شہزادی کو سائنس دان بادشاہ مل گیا۔ چکی بھی مل گئی اور مجسّمہ بھی۔

سالہا سال گُزر گئے۔ اَندلُس بَربَروں کے حملے سے محفوظ ہو گیا۔

"پھر کیا ہوا؟"

"کہتے ہیں کہ آگے چل کر اُس طِلسم کو وہاں سے ہٹایا گیا اور اُسے سنگِ مرمر کے ایک تابوت میں رکھا گیا۔ پھر تابوت کو ایک گھر میں لے جایا گیا۔ اس گھر کا نام "طلیطہ" تھا۔

"جی کیا نام تھا؟"

"طلیطہ!"

"طلیطہ۔" ہاں ہاں گھر کا نام طلیطہ تھا اور اُس گھر کے دروازے پر ایک مضبوط تالا لگایا گیا۔

پھر ایک روایت بن گئی کہ جو بادشاہ مُلک پر حکمران ہوتا اُس گھر کے دروازے پر ایک اور تالا ڈال دیتا۔"

"یہ کیوں؟"

"تاکہ اُس گھر کی حفاظت ہو!"

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر یہ ہوا کہ بَربَروں کے حملے کا وقت قریب آگیا۔"

"وہ کس طرح؟"

"مُلک کے تخت پر ایک بادشاہ بیٹھا۔ اُس نے اس پُراسرار گھر کے سب تالے کھولنے کا حُکم دے دیا۔ اور جب تالے کھُل گئے تو اُس کی حکومت کے خاتمے کا وقت آگیا۔"

"وہ کس طرح؟"

"وہ اس طرح کہ بَربَر اَندلُس پر حملہ آور ہوئے۔ پھر فاتح بن کر اَندلُس میں داخل ہوئے۔"

"اس کے بعد؟"

"اس کے بعد یہ کہ اب آپ سوجائیں۔ کہانی ختم ہوگئی۔"

ختم شُد